# مدینہ منورہ کی طرف سفر کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر عثمان احمد☆

The Sacred city of Madina has religious importance & there are some discussions on legality of journey towards Madina. The article responds to the questions: Is travelling to Madina is religions obligation, for each & every Muslims? Is this a compulsion on every pilgrim to visit Madina when he is in Hijaz? Is this allowed for a Muslim to visit Madina not intending to grave of Prophet (SAW)? The importance of Madina is due to mosque of Nabi (SAW) or this is sacred without it?

سفر انسانی زندگی کا لازمہ ہے۔ اسی تحرک کے نتیجے میں انسانی معاشرے زندہ ہیں اور فروغ پاتے ہیں۔ جمود نہ تو انسانی زندگی کی ذاتی اور شخصی سطح پر مفید ہے اور نہ ہی معاشرتی و اجتماعی سطح پر۔ علم بشریات، علم معاشریات، علم تاریخ، علم جغرافیہ اور علم سیاسیات سب علوم کی مشترکہ میراث انسانوں کے سفر ہیں۔ انسانوں کے انبوہ کے انبوہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہے، نئی آبادیاں وجود پاتی رہیں اور نسلوں کا اختلاط نئی قومیتوں کو جنم دیتا رہا۔ بنظر عمیق دیکھا جائے تو سب کچھ انسانی جبلت سفر کا نتیجہ ہے۔ مظاہر فطرت جس تکوینی نظام کے پابند ہیں اس میں کارفرما بنیادی اصول بھی سفر ہے۔ سورج، چاند اور ستارے بھی مصروف سفر ہیں اور ان کا سفر انسانوں کے زندگی کے اوقات کو متعین کرنے کا بنیادی ذریعہ ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد "کل فی فلک یسبحون "(۱)(سب اپنے اپنے مدار میں مصروف گردش ہیں) اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ ستاروں کی آمد و رفت اور ظہور و پوشیدگی پر قرآنی ارشادات "وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمات البر و البحر "(۲)(اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے خشکی و تری میں درست راستوں کا تعین کر سکو) اور "فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس "(۳)(میں قسم کھاتا ہوں) سفر کو کائناتی حقیقت کے طور پر واضح کرتے ہیں(۴)

سفر اگر انسان کی فطرت اور ضرورت نہ ہوتا تو دین حق، اسلام، میں اس سے متعلق تفصیلی احکامات مذکور نہ ہوتے۔ دین اسلام کا نظام عبادات انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ نماز بدنی کے ظاہری اعضاء کی عبادت ہے، روزہ انسان کے اندرونی اعضاء کی عبادت ہے، زکوۃ مال کی عبادت ہے۔ اگر حج کی عبادت کا جائزہ لیا جائے تو اس کے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کی اصل سفر ہے۔ اس لیے قرآن نے اس کو "من استطاع الیہ سبیلا "(۵) کے ساتھ مشروط کیا۔

مدینہ منورہ اہل ایمان کا مرکز محبت ہے۔ اس کی جانب سفر کرنا اور اس کی طرف سفر کے دوران پیش

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارۂ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

آنے والی ہر صعوبت کو راحت تصور کرنا ان کے قلب و جان کا فیصلہ ہے۔ مسلمان شعراء نے مدینہ کی جانب سفر کو اپنے لسانی اظہار کا محور ٹھہراتے ہوئے نعتیہ ادب میں اس سفر پر جانے کی طلب اور تڑپ، اس سفر کے ساتھ عشق و وارفتگی اور اس سفر میں پیش آنے والی مشکلات کو نعمت سمجھنے کے خیالات کو اپنے اشعار میں اس کثرت سے منظوم کیا کہ نعتیہ ادب میں اس معنویت کے اشعار کا ایک بہت بڑا ذخیرہ وجود میں آ گیا۔ اسی طرح مسلمان ادباء کے جذب و شوق نے ان کی قلمی جولانیوں کا رخ اس طرح موڑا کہ انہوں نے سفر مدینہ کے احوال کو سفرناموں کی صورت میں پیش کر کے نثری ادب میں ایک حسین اور مقدس صنف ادب کا اضافہ کر دیا۔

مدینہ کی جانب سفر کی اس اہمیت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ مدینہ منورہ کی طرف سفر کی شرعی حیثیت کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا جائے۔ اس سلسلے میں درج ذیل جہات سے بحث کی جایے گی۔

۱۔ فضیلتِ مدینہ اصلاً ہے یا تبعاً
۲۔ مدینہ کی طرف سفر کی فضیلت کے دلائل
۳۔ مقدس بلاد کی طرف سفر کی مشروعیت
۴۔ دنیاوی مقاصد کے لیے مدینہ کی جانب سفر کی شرعی حیثیت
۵۔ سفر مدینہ کے انتظام و اہتمام کو ذریعہ معاش بنانے کی شرعی حیثیت
۶۔ مدینہ کے سفر کے لیے جدید قانونی و دستاویزی مطالبات کی شرعی حیثیت

درج بالا ترتیب کے مطابق ہر نکتہ کو موضوع بناتے ہوئے قرآن مجید و احادیث نبویہ اور علماء و فقہاء امت کے اجتہادات و تصریحات کی روشنی میں گفتگو کی جایے گی۔

## ۱۔ فضیلتِ مدینہ اصلاً ہے یا تبعاً

مدینہ کی طرف سفر کی مشروعیت کی بحث کا آغاز اس کلیدی سوال سے ہوتا ہے کہ شہر مدینہ اپنی ذات میں افضلیت و شان کا حامل ہے یا کہ اس کی فضیلت مسجد نبوی اور قبر نبوی کی وجہ سے ہے؟ کیا اگر یہ دونوں مقام وہاں نہ ہوتے تو مدینہ کی کوئی فضیلت باقی نہ رہتی؟ مدینہ کا بلادِ مقدسہ میں شامل ہونا اصلاً ہے کہ مسجد نبوی اور قبر نبوی کے وہاں ہونے کے باعث تبعاً اس سرزمین کو تقدس حاصل ہے؟ اس سوال کا جواب اس لیے ضروری ہے کہ مدینہ کی جانب اس سفر کی شرعی حیثیت متعین کی جا سکی جس میں مسافر کی نیت مسجد نبوی یا قبر نبوی کی زیارت نہ ہو بلکہ محض مدینہ کو اصل جان کر سفر کرے۔ دلائل شرعیہ کا مطالعہ اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے کہ مدینہ کی فضیلت اصلاً ہے نہ کہ تبعاً۔ بالفرض محال اگر وہاں مسجد نبوی نہ تعمیر کی جاتی اور نبی ﷺ کی قبر مبارک بھی کہیں اور ہوتی تو مدینہ پھر بھی افضلیت کا حامل شہر ہوتا کیونکہ اس شہر کا نبی ﷺ کی طرف منسوب ہونا ہی اس کو

اصلاً فضیلت بخشتا ہے اور ان دیگر مقامات مقدسہ کی وجہ سے اس کی فضیلت واہمیت میں اضافہ ضرور ہوتا ہے لیکن یہ فضیلت کی اصل نہیں۔ مدینہ کے مطلقاً فضیلت وشرف کے حامل ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں۔

## (الف) مدینہ کا نبی ﷺ کے لیے دارالہجرت منتخب ہونا

مدینہ منورہ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم المرسلین ﷺ اور ان کے صحابہؓ کے لیے دار ہجرت کے طور پر منتخب فرمایا۔ جس وقت مدینہ کو اس فضل وشرف کے لیے منتخب کیا گیا اس وقت نہ تو مسجد نبوی ﷺ موجود تھی اور نہ ہی قبر نبوی کا کوئی تصور تھا۔ یثرب کہلانے والا شہر نبی ﷺ کا وطن بنانے کا الٰہی فیصلہ ہی اس کی اصلاً فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔ حدیث میں ارشاد نبوی ہے

ان اللہ عز وجل اوحیٰ الی ایٌ ہولاء البلاد الثلاث نزلتَ فھی دارُ ہجرتك: المدینة، او البحرین، او قنسرین(۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی کہ ان تین شہروں میں سے جہاں تم جانا چاہو وہی تمہارا دار ہجرت قرار پائے گا: المدینہ، البحرین یا قنسرین۔

اسی طرح بخاری کی روایت ہے

رایت فی المنام انی اہاجر من مکة الی ارض بھا نخل، فذھب وھلی الی انھا الیمامة او ھجر، فاذا ھی المدینة یثرب(۷)

نبی ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے مکہ سے کھجوروں بھری سرزمین کی جانب ہجرت کی ہے۔ پہلے میرا خیال یمامہ یا ہجر (یمن کا ایک علاقہ) کی طرف گیا لیکن وہ تو شہر یثرب ہے۔

دونوں احادیث سے مدینہ کی مطلق فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مدینہ کو آپ ﷺ کے دار ہجرت کے طور پر منتخب کیا جانا اس کی اصلاً فضیلت پر دال ہے۔ حدیث میں بیان ہونے والے تین شہروں میں سے ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دینا تینوں کی فضیلت کی برابری پر دلالت نہیں کرتا بلکہ نبی ﷺ کو اختیار دیے جانے کی فضیلت کا عکاس ہے۔ جیسے مسجد کی تعمیر سے قبل مختلف مقامات زیر غور ہوتے لیکن تمام مقامات کی فضیلت یکساں نہیں قرار پاتی۔ مسجد کی جگہ افضلیت کی حامل ہو جاتی اور دوسری غیر اہم۔

## (ب) مدینہ کا حرم ہونا

مدینہ کی مطلق فضیلت کی دوسری دلیل نبی ﷺ کا اسے حرم قرار دینا ہے۔ حرم قرار دیے جانے کے بعد مدینہ کی سرزمین کا ہر گوشہ مقدس ہو گیا۔ مدینہ کی حدود میں واقع ہر گھاٹی، ہر کنواں اور ہر پتھریلی جگہ بھی حرم

ہونے کے باعث تقدس کی حامل ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا

ان ابراهيم حرم مكة و دعا لها ، و حرمت المدينة كما حرم ابراهيم مكة ودعوت لها في مدها و صاعها مثل ما دعا ابراهيم لمكة (۸)

بے شک ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم ٹھہرایا اور اس کے (برکت کی) دعا کی، میں بھی مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں جیسا ابراہیم نے مکہ کو قرار دیا۔ میں بھی مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے مد اور صاع (دونوں وزن کے پیمانے ہیں) میں برکت عطا فرمائے جیسا کہ ابراہیمؑ نے دعا فرمائی۔

## (ج) مدینہ کو قرآن کا "ارض اللہ" قرار دینا

قرآن مجید نے مدینہ کو یہ شرف بخشا کہ اسے "ارض اللہ" کہا ہے۔ ورنہ تو پوری زمین ہی ارض اللہ ہے مگر مدینہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ نام دیکر اس کا تقدس اور شرف ابدی کردیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قالوا الم تكن ارض الله واسعة فتهاجروا فيها(۹) (انہوں نے کہا کہ کیا اللہ کی زمین اتنی وسیع نہ تھی کہ تم اس طرف ہجرت کرجاتے)۔ تفسیر مقاتل بن سلیمان میں ہے يعني ارض الله المدينة فتهاجروا فيها (۱۰) (یعنی اللہ زمین مدینہ تو تم اس میں ہجرت کر کے چلے جاتے)۔ سمعانیؒ لکھتے ہیں " ارض الله واسعة: اي المدينة" (۱۱) (ارض اللہ واسعہ: یعنی مدینہ)

درج بالا دلایل سے واضح ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کی فضیلت اصلاً ہے نہ کہ تبعاً اس لیے صرف مدینہ کو دیکھنے کی نیت سے سفر کرنا مشروع ہے اور اگر مسافر کی نیت صرف مدینہ کی زیارت کی ہو اور مسجد نبوی یا قبر نبوی کی زیارت کی نہ بھی ہو تو بھی یہ سفر مستحسن ہے۔

## ۲۔ مدینہ کی طرف سفر کی فضیلت کے دلایل

مدینہ کی طرف سفر کن کن وجوہات کے باعث فضیلت کا حامل ہے اس کی مختلف جہات درج ذیل ہیں

## (الف) مدینہ کی طرف سفر نبوی عمل ہے۔

مدینہ کی طرف نبی ﷺ نے پہلا سفر اپنے بچپن میں کیا جب آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ اور ام ایمنؓ کے ساتھ اپنے ننھیال بنو عدی بن النجار کے پاس تشریف لے گیے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چھ برس تھی۔ (۱۲) دوسرا سفر سفر ہجرت ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے متعدد سفر مختلف علاقوں کے اختیار کیے تو واپسی مدینہ کی طرف فرمائی۔ یہ سب نبوی اسفار مدینہ کی جانب کی سفر کا خاص شرف و فضیلت عطا کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد

آپ ﷺ کا مکہ رہائش اختیار کرنے کی بجائے مدینہ واپسی کا سفر اختیار کرنا مدینہ کو ایسی اہمیت عطا کرتا ہے جو کسی شہر کو حاصل نہیں۔ نبی ﷺ نے اس موقع پر جو انصار کو فرمایا وہ انصار کی فضیلت کو بھی واضح کرتا ہے اور مدینہ کی جانب لوٹ جانے کی اہمیت کو بھی ثابت کرتا۔ فرمایا

> اَوَلا ترضون ان یرجع الناس بالغنائم الیٰ بیوتھم ، و ترجعون برسول الله الیٰ بیوتکم؟ (۱۳)
>
> کیا تم راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں کو مال غنیمت لے کے لوٹیں اور تم اپنے گھروں کو رسول اللہ ﷺ کو لے کر لوٹو۔

## (ب) مدینہ کی طرف سفر حکم نبی ﷺ ہے

نبی ﷺ نے مدینہ میں رہائش اختیار کرنا باعث فضل و شرف قرار دیا۔ مدینہ میں رہائش اختیار کرنا اس شہر کی جانب سفر کو نہ صرف لازم کرتا ہے بلکہ محبوب و مرغوب عمل بھی بنا دیتا ہے۔ کیونکہ اپنے وطن کو لوٹنا انسانی طبیعت کے لیے انتہائی راحت و فرحت کا عمل ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا "ملک یمن فتح ہوگا وہاں سے کچھ لوگ سواریاں لے کے مدینہ آئیں گے اور اپنے اہل و عیال اور مطیع و فرمانبردار لوگوں کو ساتھ لے جائیں گے حالانکہ اگر وہ جان لیتے کہ مدینہ میں رہنا ہی ان کے لیے بہتر تھا، پھر شام فتح ہوگا، وہاں سے کچھ لوگ سواریاں لے کے مدینہ آئیں گے اور اپنے اہل و عیال اور مطیع و فرمانبردار لوگوں کو ساتھ لے جائیں گے حالانکہ اگر وہ جان لیتے کہ مدینہ میں رہنا ہی ان کے لیے بہتر تھا، پھر عراق فتح ہوگا، وہاں سے کچھ لوگ سواریاں لے کے مدینہ آئیں گے اور اپنے اہل و عیال اور مطیع و فرمانبردار لوگوں کو ساتھ لے جائیں گے حالانکہ اگر وہ جان لیتے کہ مدینہ میں رہنا ہی ان کے لیے بہتر تھا" (۱۴)

اس حدیث میں مدینہ میں رہائش پذیر ہونے عمل کو خیر فرمایا گیا۔ اور یہ امر مسلم ہے جو جس علاقے کو وطن بناتا ہے اس کا اس کی جانب بار بار سفر کرنا لازمی امر ہے۔ اس حدیث میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے کہ مدینہ کی جانب جو جا سکے وہ ہر ممکن کوشش کر کے جائے۔ اس حدیث میں مدینہ کی جانب ایسے سفر کی ناپسندیدگی بھی معلوم ہوتی ہے، جس کا مقصود دنیوی سہولیات کے لیے مدینہ کو ترک کر دینا اور اس سے مستقل دوری اختیار کر لینا ہو۔

## (ج) شدت محبت کے باعث نبی ﷺ کا مدینہ کی جانب سرعت فرمانا

حضرت انسؓ روایت فرماتے ہیں ان النبی ﷺ اذا قدم من سفر فنظر الیٰ جدرات المدینۃ اوضع ناقتہ وان کان علیٰ دابۃ حرکھا من حبھا (۱۵) (نبی ﷺ جب کسی سفر سے واپس لوٹتے اور مدینہ کے نشانات ظاہر ہوتے تو آپ ﷺ اپنی اونٹنی کی رفتار بڑھا دیتے اور اگر کسی اور سواری پر ہوتے تو مدینہ کی محبت میں اسے تیز دوڑاتے)۔ اسی طرح ابن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللھم اجعل فی قلوبنا من حب المدینۃ ما جعلت فی قلوبنا من حب مکۃ، وما اشرف رسول اللہ ﷺ علی المدینۃ قط الا عرف فی وجھہ البشر و الفرح (۱۶) (اے اللہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اسی قدر اور اسی طرح پیدا فرما جیسے تو نے مکہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی علاقے کو مدینہ پر فوقیت نہیں دی۔ مدینہ (کے ذکر یا نظر آنے سے) سے آپ ﷺ کے چہرے پر بشاشت اور فرحت صاف پہچانی جاتی تھی)

## ۲۔ مقدس بلاد کی طرف سفر کی مشروعیت

مدینہ کا مقدس شہر ہونا امر مسلم ہے نیز درج بالا دلایل سے مدینہ کی تقدیس ثابت ہو چکی ہے۔ اب وہ دلایل ذکر کیے جائیں گے جو مقدس بلاد کی طرف سفر کی مشروعیت کو ثابت کرتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ مدینہ کی جانب سفر کی مشروعیت و محمودیت ہے۔

دلیل اول: قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔ یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم (۱۷) (اے بنی اسرائیل مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے مقدر کر دی اور امر الٰہی سے روگردانی نہ کرو)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا قوم بنی اسرائیل کو حکم دینا بیان ہوا ہے جس میں انہیں ارض مقدس کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا گیا۔ ارض مقدس کون سی تھی اس کے بارے مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض کے نزدیک اریحاء، بعض کے نزدیک دمشق و فلسطین، بعض کے نزدیک شام ہے۔ (۱۸) جو بھی علاقہ مراد ہو بہر حال اللہ تعالیٰ کا خود ایک قوم کو ارض مقدس کی طرف سفر کرنے کا کہنا اس کی نہ صرف اس مشروعیت کی دلیل ہے بلکہ اس آیت میں تو اس امر کا وجوب ہے۔ چونکہ مدینہ کا ارض مقدس ہونا بھی ظاہر و باہر ہے اس لیے اس کی جانب بھی سفر اسی طرح قابل تعریف ہے۔

دلیل دوم: قرآن مجید کی متعدد آیات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقدس پہاڑ طور کی جانب سفر کی روداد بیان کرتی ہیں۔ مختلف اسلوب اختیار کرتے ہوئے قرآن نے اس کو بیان کیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔

وھل اتاک حدیث موسیٰ اذ رای نارا فقال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی آتیکم منھا بقبس او اجد علی النار ھدی فلما اتاھا نودی یا موسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک انک

**بالواد المقدس طوی** (۱۹) (اور کیا آپ تک موسیٰ کی خبر پہنچی جب انہوں نے آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہا کہ تم ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے، ہوسکتا آپ کے لیے میں اس میں کوئی انگارہ لاسکوں یا مجھے آگ کا کوئی اتا پتا ہی مل جایے۔ پس جب وہ اس کے پاس پہنچے تو انہیں پکارا گیا اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں، تم اپنے جوتے اتار دو کیونکہ تم وادی مقدس طویٰ میں ہو)

دوسری جگہ ہے:

**فلما قضی موسی الاجل و سار باھلہ آنس من جانب الطور نارا فقال لاھلہ امکثوا انی آنست نارا لعلی آتیکم منھا بخبر او جذوۃ من النار لعلکم تصطلون فلما اتاھا من شاطیء الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یا موسیٰ انی انااللہ رب العالمین** (۲۰) (جب موسیٰ کی مدت وعدہ پوری ہوگئی اور آپؑ اپنی اہلیہ کے ساتھ چلے تو طور کی سمت سے آپ نے آگ (کی روشنی) دیکھی، تو آپؑ نے اپنی اہلیہ سے کہا تم (یہیں) ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے تو ہوسکتا میں آپ کے پاس اس کے بارے کوئی اطلاع لاسکوں یا آگ کا انگارہ مل جائے تو آپ اسے تاپ سکیں۔ پس جب آپ اس کے پاس پہنچے تو بقعہ مبارکہ میں وادی ءایمن کے کی جانب شجر سے صدا آئی اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں)

درج بالا آیات میں موسیٰ کے سفر کی روداد بیان ہوئی ہے اور اللہ جل شانہ نے ان مقامات کا ذکر ''الواد المقدس'' اور ''البقعۃ المبارکۃ'' کے الفاظ سے کیا ہے۔ ان آیات سے مقامات مقدسہ کی جانب حصول برکت و سعادت کے لیے اسفار کی مشروعیت بالکل واضح ہے۔

دلیل سوم: قرآن مجید نے سورۃ الاسراء کے آغاز میں نبی ﷺ کے سفر معراج کا حال بیان فرمایا۔ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے بیت المقدس لے جایا گیا اور اس کے بعد عرش الٰہی تک کا سفر ہوا۔ بیت المقدس کی طرف لے جانے کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس مبارک علاقے میں آیات الٰہیہ کا مشاہدہ کروانا مقصود تھا۔ ارشاد الٰہی ہے: **سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا** (۲۱) (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کی رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی جس کے ماحول کو ہم نے برکت بخشی تھی تاکہ ہم انہیں دکھائیں اپنی نشانیاں) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی اور یہاں بالخصوص ذکر کیا گیا کہ اس کے اردگرد کو ہم نے مبارک بنایا تھا۔ یہ آیت مقدس جگہوں اور علاقوں کی زیارت کے لیے سفر کو قابل مدح قرار دیتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ایسا سفر رسول اللہ کو کروایا۔

## ۴۔ دنیاوی مقاصد کے لیے مدینہ کی جانب سفر کی شرعی حیثیت

انسان اس دنیا میں بستے ہیں اور ان کی دنیاوی ضرورتوں کا پورا ہونے پر ہی ان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ انسان صدیوں سے اپنے دنیاوی مقاصد کی خاطر سفر اختیار کرتا آ رہا ہے اور آج بھی یہ ایک عام معمول ہے۔ اس لیے بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مقدس شہر مدینہ کی جانب محض دنیاوی مقاصد کے لیے سفر کرنا درست ہے کہ نہیں؟ اگر غور کیا جائے تو دنیاوی مقاصد کے لیے اسفار درج ذیل تین انواع کے ہو سکتے ہیں

ا۔ سفر برائے حصول علم وفن　　ب۔ سفر برائے معاش

ج۔ سفر برائے تفریح　　ا۔ سفر برائے حصول علم وفن

دینی علوم (قرآن وحدیث، فقہ اور ان کے متعلقہ علوم) کے حصول کے لیے مدینہ کی جانب سفر کرنا صدیوں سے امت مسلمہ کے طالبان علم کا معمول رہا ہے۔ مدینہ مرکز علوم دینیہ تھا اور ہے اس لیے وہاں علم دین کے حصول کے جانے میں کوئی اشکال نہیں۔ البتہ یہ سوال قابل جواب ہے کہ دنیاوی علوم وفنون مثلاً انجینئرنگ، میڈیسن، پیرامیڈیکل تربیت، یا عملی فنون راج گیری اور رنگ سازی وغیرہ کے ہنر سیکھنے کے لیے جانا شرعاً درست ہے کہ نہیں؟ اصولی طور پر تو یہ بات طے شدہ ہے کہ دنیاوی علوم وفنون کے حصول کے لیے سفر کرنا جائز اور مستحسن عمل ہے۔ مدینہ کی جانب اس مقصد کے لیے سفر کرنے میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں البتہ یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ مقدس شہر میں عبادت کی نیت کو ترک کر کے حصول دنیا کی نیت کرنا کیا اچھا عمل قرار دیا جا سکتا؟ اس سلسلے میں اگر تین اصول پیش نظر رہیں تو اس سوال کا جواب واضح ہو جاتا ہے۔ پہلا یہ دنیاوی و دینی علوم کی تقسیم اپنی عمومی شناخت کے اعتبار سے ہے ورنہ اگر دنیاوی علم بھی دینی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہو تو وہ دینی ہی کہلائے گا۔ چنانچہ عربی زبان کے علم نحو، علم صرف اور دیگر لسانی علوم کو سیکھنا دینی علم ہی سمجھا جاتا حالانکہ وہ براہ راست قرآن وحدیث کے علوم نہیں بلکہ معاون علوم ہیں۔ ریاضی کا علم اگرچہ اپنی عمومی تقسیم کے اعتبار سے دینی علوم نہیں کہلاتا مگر ضرورت کے اعتبار سے اسلامی علم وراثت کے لیے اس کا سیکھنا لازم و ملزوم ہے۔ اس لیے دینی و دنیاوی علوم کی تقسیم اعتباری و اضافی ہے۔ دوسرا اصول حدیث "انما الاعمال بالنیات (۲۲)" (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) میں بیان ہوا ہے کہ اعمال اپنے نام سے نہیں نیت سے اجر و ثواب میں بدلتے۔ اس لیے دنیاوی علوم کے حصول کی نیت کو اگر خلق خدا کے نفع، اہل خانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے اور اچھے کاموں میں تعاون کے ساتھ منسلک کر دیا جائے تو سب کچھ دین اور اجر وثواب ہے۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ جو عمل قرآن وسنت کی روشنی میں اصلاً جائز و مستحسن ہے اس کی جزوی یا وقتی ممانعت کے لیے نص درکار ہوگی ورنہ وہ درست ہی سمجھا جائے گا۔ مثلاً کھانا کھانا درست عمل ہے اور جب اس کو روزہ میں منع کیا جاتا

ہے تو یہ قرآن اور حدیث کی صریح نصوص کے باعث کیا جاتا ہے۔ ورنہ اس کو شرعاً کسی وقت یا جگہ ممنوع نہیں کہا جاسکتا۔ انتظاماً تو ہوسکتا ہے کسی جگہ یا کسی وقت کھانا کھانا منع کیا جائے لیکن شرعاً ناجائز ٹھہرانے کے لیے دلیل درکار ہوگی۔ اسی طرح جب علوم دنیاوی کا حصول جائز کام ہے تو اس جائز کام کے لیے مدینہ جانے کو ناجائز ٹھہرانے کے لیے نص درکار ہوگی ورنہ یہ اپنی اصل پر برقرار رکھا جائے گا۔

## ب۔ سفر برائے معاش

کیا مدینہ کا سفر کاروبار اور تجارت یا وہاں ملازمت کے لیے اختیار کرنا جائز ہے؟ اس سوال کا جواب یقیناً ہاں میں ہے کیونکہ اس پر متعدد نصوص دلالت کرتی ہیں۔ سفر اور تلاش رزق کو قرآن نے ایکدوسرے کے ساتھ منسلک کرکے بیان کرتے ہوئے **و آخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل الله** (۲۳) (کچھ لوگ زمین میں سفر کرتے ہیں تاکہ اللہ کا فضل تلاش کریں)۔ یہ آیت معاش کے لیے سفر کے جواز پر نہ صرف دلالت کرتی بلکہ یہ عمل صحابہ کا تھا اور اللہ نے اس عمل کی رعایت فرماتے ہوئے قیام اللیل میں تخفیف فرمادی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے **فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل الله واذکروا الله کثیرا لعلکم تفلحون واذا راوتجارۃ او لھواً انفضوا الیھا فترکوك قائما** (۲۴) (جب تم نماز ادا کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور جب انہوں نے تجارت اور لھو کو دیکھا تو اس کی جانب لپکے اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا)۔ یہ آیات مدنی ہیں۔ مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا تو صحابہ نبی ﷺ کا خطبہ جمعہ چھوڑ کر ادھر چلے گئے تو اس پر انہیں عتاب و سرزنش کی گئی اور اس کے ساتھ ان آیات میں یہ بھی ہے کہ جب تم نماز ادا کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو۔ (۲۵) اس آیت سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں

ا۔ مدینہ کی جانب تجارتی اغراض سے سفر کرنا درست ہے۔ کیونکہ قافلہ تجارت کی غرض سے مدینہ آیا۔ ان کے آنے پر نہ تو قرآن نے کوئی نکیر کی اور نہ نبی ﷺ نے ان کے اس عمل کو ممنوع قرار دیا۔

۲۔ صحابہ کو اجازت دی گئی کہ فرائض دین کی ادائیگی کے بعد اپنی معاشی ضروریات کے لیے زمین میں پھیل جائیں۔ ''فانتشروا'' (پھیل جاؤ) کا لفظ سفر کرو کو اپنے اندر شامل کیے ہوئے۔ اور یہ حکم مدینہ کی سرزمین پر دیا گیا گویا اولین مدلول اس آیت کا مدینہ ہے۔ اس کے ساتھ ''وابتغوا من فضل اللہ'' (اللہ کا فضل تلاش کرو) کا حکم بھی مدینہ کی سرزمین پر دیا گیا۔

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے **لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم** (۲۶) (تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کرو) اس آیت کی شرح میں امام ابن

کثیر تحریر فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں عکاظ، ذوالمجنہ اور ذوالمجاز کے بازار لگا کرتے تھے اس موقعہ پر تجارتی سرگرمیاں ہوتی تھیں۔ صحابہ کرامؓ کو یہ لگا کہ وہ حج کے ایام میں تجارت کر کے گناہ کا عمل کرتے ہیں تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں (۲۷)۔ ان آیات میں حج کے ایام میں حرم مکہ میں تجارت کی اجازت دی گئی۔ اور یہ اجازت صرف مکہ میں رہائش پذیر لوگوں کو نہیں دی گئی بلکہ مطلق اجازت دی گئی کہ کوئی مقیم ہو یا مسافر وہ ان ایام میں تجارت کر سکتا ہے۔ جب حرم مکی میں، دوران حج اس کی اجازت دی گئی تو حرم مدنی میں اس کی مشروعیت بطریق اولی ہے۔

مدینہ میں سرکاری یا غیر سرکاری اداروں میں ملازمت کی غرض سے سفر کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے ملازمت مسجد نبوی میں کسی کام کی ہو یا کوئی اور دینی خدمت سے متعلق ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ملازمت کا تعلق مسجد نبوی یا کسی دینی خدمت سے نہ ہو۔ اول الذکر صورت بعینہ وہی بنتی ہے جو صورت عام مساجد میں امامت، خطابت، موذن اور دیگر دینی امور سرانجام دینے کے عوض میں اجرت لینے کی ہے۔ متاخرین فقہاء نے حالات کے بدل جانے کے باعث ان سب دینی کاموں کو بحیثیت ملازمت اختیار کرنے اور حق خدمت کے طور پر اجرت لینے کے جواز کا فتوی دیا۔ اس کی نظیر قرآن مجید میں عاملین زکاۃ کو تنخواہ اسی مال زکاۃ سے ادا کرنے کی اجازت کا حکم ہے۔ زکاۃ امر عبادت ہے اور عبادت کی ادائیگی کا انتظام بھی عبادت ہے لیکن اس کے باوجود شریعت نے ضرورتوں کی رعایت رکھتے ہوئے اسی مال سے اس کا عوضانہ ادا کرنے کی اجازت دی۔(۲۸) مدینہ میں حرم سے یا دینی معاملات سے غیر منسلک ملازمتوں کے لیے سفر اختیار کرنا بلا اختلاف درست ہے کیونکہ اگر اس کے عدم جواز کا فتوی دیا جائے تو اس کا نتیجہ اہل مدینہ کو مشکلات میں مبتلا کرنا ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اگر ان کو طبیب درکار ہو تو وہ مدینہ کا رہائشی ہی ہو اور باہر سے کسی کو نہیں بلا سکتے۔ اگر کوئی معمار درکار ہے تو مدینہ کا رہائشی ہی اس پیشہ کا ڈھونڈا جائے یا ایسی دقت میں مبتلا کرنے والا عمل ہے کہ اس کا باطل ہونا واضح ہے۔

## ج۔ سفر برائے تفریح

مدینہ کی طرف تفریحی سفر کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک صورت یہ کہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو ملنے کے لیے سفر کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ محض مدینہ کی سیر و سیاحت، آب و ہوا کی تبدیلی اور اہم مقامات کو دیکھنے کی غرض سے سفر مدینہ اختیار کیا جائے۔ پہلی صورت میں اگر رشتہ داروں کو ملنے کی غرض سے سفر کیا جائے تو اس کے جواز کے متعدد دلائل ہیں۔ قرآن مجید نے صلہ رحمی کا جس شدت کے ساتھ حکم دیا اور احادیث نبویہ میں اس کی اہمیت کو جس طرح بیان کیا گیا۔ یہ سب نصوص اس کے نہ صرف جواز بلکہ لزوم پر دال ہیں۔ دوستوں

سے ملنے کے لیے مدینہ کا سفر کرنا بھی جائز ہے۔

کیونکہ اصدقاء کی اہمیت بھی قرآن وسنت میں واضح بیان کی گئی ہے۔صلہ رحمی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے قرآن نے قطع رحمی کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا **الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه و یقطعون ما امر الله به ان یوصل و یفسدون فی الارض** (۲۹) اسی طرح دوست کی اہمیت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے۔اگر کبھی کوئی بکری ذبح کرتے تو ان کے گھروں میں گوشت بھجواتے۔(۳۰) دوسری صورت جس میں مدینہ کی حیثیت سیر گاہ کی بن جائے اس کا شرعاً جواز نہیں بنتا۔نبی ﷺ نے مساجد کے بارے حکم دیا **لا تتخذوا المساجد طرقا الا لذکر او صلاة** (۳۱) (مسجدوں کو سیر گاہ نہ بناؤ مگر وہاں جانا ذکر و نماز کے لیے ہو) اسی طرح ایک حدیث میں علامات قیامت میں اسے بیان کیا گیا **حتی تُتخَذَ المساجدُ طرقا فلا یُسجد لله فیها** (۳۲) (یہاں تک کہ مساجد کو سیر گاہ بنا لیا جایے گا۔اس میں سجدہ نہیں کیا جایے گا) مدینہ کا شرعی حکم مسجد کے مساوی ہے بلکہ حرم ہونے کے ناتے اس سے بڑھ کر ہے۔مسجد میں داخل ہونے والوں کی کیفیت قرآن کے الفاظ میں **اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا خائفين** (۳۳) (ان لوگوں لیے لازم تھا کہ مسجد میں اس حال میں داخل ہوں کہ (اللہ کے) خوف کے حامل ہوں) ہونی چاہیے یہی کیفیت مدینہ کے لیے مطلوب ہے۔

مدینہ کے سفر تفریح کے جواز کا استدلال قرآن کا حکم **سیروا فی الارض** نہیں بن سکتا۔اس لیے یہ آیت سفر برائے عبرت کی جانب اشارہ کرتی ہے نہ کہ تفریح طبع اور لھو ولعب کی سیر کی جانب۔اگر سیروفی الارض کا مقصود محض سیاحت و تفریح ہوتا تو اس کے ساتھ **ثم انظروا كيف كان عاقبة المكذبين** (۳۴)، دوسری جگہ **فانظروا كيف كان عاقبة المجرمين** (۳۵)، تیسری جگہ **فانظروا كيف كان عاقبة الذين من قبل كان اكثرهم مشركين** (۳۶) نہ ہوتا۔

## ۵۔سفر مدینہ کے انتظام واہتمام کو ذریعہ معاش بنانے کی شرعی حیثیت

سیر وسیاحت (ٹورازم) کے کاروبار سے متعلق بعض افراد اور ادارے مکہ و مدینہ کے سفری انتظامات کے ذریعہ معاش سے بھی منسلک ہیں۔اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ کاروبار شرعاً درست ہے؟ اس کے عدم جواز اور جواز دونوں پہلوؤں کا اگر جائزہ لیا جائے تو درج ذیل استدلالات سامنے آتے ہیں۔

### عدم جواز و جواز کے دلایل:

عدم جواز کی جانب لے جانے والے دلایل درج ذیل ہیں۔

### ۱۔عبادت کو ذریعہ معاش بنانا:

مدینہ کی جانب سفر عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔زائرین کا عمومی طور پر مقصد مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں عبادت، نبی ﷺ کی قبر مبارک اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت ہوتا ہے جو یقیناً ایک نیک عمل ہے۔اس نیک عمل کو اپنے کاروبار کا ذریعہ بنانا غیر مستحسن عمل ہے۔اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی مسجد کی جانب نماز پڑھنے جارہا ہو تو اس کو مسجد تک پہنچانے کی خدمت سرانجام دے کر اس سے رقم وصول کرلی جائے۔

### ۲۔مذہبی جذبات کو برانگیخت کر کے کاروبار کرنا:

مدینہ سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات وابستہ ہیں۔اس سفر کے لیے ان کے دلوں میں ہمیشہ ایک لگن اور تڑپ ہوتی ہے چنانچہ اس کے لیے وہ قرض لینے اور اپنی قیمتی اشیاء فروخت کر کے سفر کے اخراجات برداشت کرنے جیسے اقدامات کے لیے بھی تیار ہوجاتے ہیں۔جن افراد یا اداروں کی ایسے اسفار کے ساتھ تجارتی وابستگی ہوتی وہ اپنے اشتہاری پروگراموں میں مسلمانوں کے انہی جذبات کو برانگیخت کر کے انہیں اپنے تجارتی مقاصد کے لیے استعمال کرتے۔خود تو نفع کماتے اور تجارت کرتے لیکن ان کے ذہنوں میں جمے ہوئے مذہبی تقدس کے ذریعے ان کو بلیک میل کرتے اور یہ باور کراتے کہ ہم سے مدینہ میں کچھ طے شدہ معاملے میں کمی بیشی ہوجائے تو مدینہ میں شکوہ وشکایت نہیں کرتے کیونکہ نبی ﷺ نے مدینہ کی برائی، یہاں کی چیزوں اور لوگوں کی برائی بیان کرنے سے منع کیا۔اس لیے وہاں کسی بھی طرح کی پریشانی پیش آئے تو اسے خوشی خوشی برداشت کریں اور شکوہ کناں ہونے سے بچیں تاکہ آپ وہاں سے راندہ ومردود ہوکر نہ لوٹیں۔یہ انداز تجارت کہ جس میں مذہبی تقدس کو بطور آلہ استعمال کیا جائے درست نہیں کہلا سکتا۔

### ۳۔خلاف وعدہ کرنے کی صورت میں گناہ کا شدید وبال

گناہ تو ہر صورت گناہ ہوتا ہے لیکن اس کے وبال اور اس کی شدت میں وقت اور مقام سے فرق پڑتا ہے۔کسی بھی مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے لیکن اس گناہ کی شدت کئی گنا بڑھ جاتی اگر کوئی روزے کی حالت میں ،مسجد میں کسی مسلمان کو گالی دے۔کیونکہ وقت اور مقام کی حرمت کی باعث اس گناہ کا وبال بڑھ گیا۔اسی طرح کاروبار میں وعدہ خلافی ،غلط بیانی اور ٹال مٹول غیر اخلاقی اعمال ہیں لیکن ان کی مجرمانہ حیثیت اور بڑھ جاتی اگر ان کو مدینہ کا نام لیکر یا مدینہ کے اندر کیا جایے۔اس کاروبار میں اس سب کچھ کا احتمال دیگر کاروباروں سے زیادہ ہے بلکہ بالفعل اس کے متعدد نظائر موجود ہیں۔

اس کاروبار کے جواز کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔تعاون علی البر کی صورت

مدینہ کی جانب جانا ایک نیک عمل ہے اور اگر کوئی اس سفر کے لیے انتظامات کو اپنا کاروبار بناتا ہے تو یہ تعاونوا علی البر والتقوی (۳۷) کی ایک صورت ہے۔تعاون علی البر صرف کسی کو کوئی چیز بلا اجرت یا بلا عوض دینے کا نام نہیں۔بلکہ اگر کوئی خیر کے کام میں اپنی محنت کی اجرت وصول کر کے ساتھ دیتا ہے تو وہ بھی تعاون علی البر ہے۔جیسے کوئی اگر تنخواہ لے کر سود کے کام میں کسی درجہ کا ساتھ دیتا ہے تو اسے تعاون علی الاثم ہی قرار دیا جاتا۔

۲۔جائز کاروبار کو مدینہ کی نسبت کی وجہ سے کیسے ناجائز قرار دیا جاسکتا؟: ٹورازم کا کاروبار فی الاصل جائز کاروبار ہے اگر کوئی مفسدہ اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔جیسے اگر کسی مسافر کو عراق جانا ہے تو اس کو لازما ٹکٹ خریدنا ہے اگر کوئی فرد اس عمل میں اس کو سہولت فراہم کرتا اور اپنی محنت کی قیمت وصول کرتا ہے تو یہ جائز کام ہے۔اسی طرح اگر کوئی ادارہ عراق میں کسی مسافر کی رہائش کا انتظام کرتا ہے تو اس کا عوض لینا بھی جائز ہے۔ گویا ٹورازم کا کاروبار من حیث المجموع درست کاروبار ہے سوائے اس کے کہ حرام کاری وشراب نوشی کے مقامات تک رسائی دینے کے سفری انتظامات کیے جائیں۔جب یہ کاروبار فی الاصل درست ہے تو اس کو محض مدینہ کے لیے ناجائز قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔اس کی کوئی عقلی وشرعی دلیل نہیں کہ ایک کام جو جدہ تک لے جانے کے لیے حلال ہو اسے مدینہ تک لے جانے کی شکل میں ناجائز قرار دیا جائے۔

۳۔اس کاروبار کی ممانعت سے حرج شدید واقع ہوگا۔

اگر مدینہ کی جانب سفر کے انتظام کے کاروبار کو جائز قرار دے دیا جائے تو اس سے مسلمانوں کو بہت مشکلات کا سامنا ہوگا اور وہ بڑی دقت میں مبتلا ہو جائیں۔کیونکہ قانونی و دستاویزی ضرورتوں کو اس کاروبار سے منسلک افراد اچھی طرح سمجھتے اور اس طریقہ کار سے پوری طرح آگاہ ہوتے جو حکومتوں نے اس سفر کے لیے وضع کیا ہوتا۔اگر ہر فرد کو انفرادی طور پر اس تمام عمل سے گزرنا پڑے تو اسے بڑی مشقت کا سامنا کرنے پڑے۔وقت اور پیسے کا ضیاع اس پر مستزاد ہوگا۔اس لیے یہ کاروبار عامۃ المسلمین کے لیے مفید اور باعث راحت ہے۔

درج بالا دو طرفہ استدلالات کا تقابل کیا جائے تو اس کاروبار کے شرعی جواز کی رائے ہی مضبوط محسوس ہوتی ہے۔عدم جواز کے حق میں دی گئی پہلی دلیل یہ ہے کہ نیکی کو کاروبار بنانا درست نہیں۔یہ بات اصولاً درست ہے لیکن نیکی سے مراد ہر نیکی کا کام نہیں ورنہ دنیا کے اکثر کاروباروں کو ترک کرنا پڑے گا۔کسی کو پانی پلانا نیکی کا کام ہے تو کیا پانی کے برتن، واٹر پمپ اور سینٹری سٹورز کا متعلقہ سامان کی خرید وفروخت اس کی وجہ سے ناجائز کاروبار کہا جاسکتا؟ مسجد اینٹوں، سیمنٹ اور بجری وغیرہ سے تعمیر ہوتی ہے تو کیا مسجد کی تعمیر کے لیے یہ سب کچھ

فروخت کرنا ناجائز کام ہوگا؟ جس نیکی کو تجارت بنانے سے منع کیا گیا ہے وہ اللہ کے عائد کردہ فرائض و واجبات ہیں کہ جن کو ادا کرنا مسلمان کی حیثیت سے لازم ہے یا وہ اخلاقی فرائض ہیں جو انسان ہونے کے ناتے ہر شخص پر لازم ہیں۔ دوسری دلیل مذہبی جذبات کو برانگیختہ کر کے کاروبار کرنے کی ہے۔ کسی ایک فعل کا ناجائز ہونا دوسرے فعل کو ناجائز نہیں کرتا جب تک کہ دونوں فعل آپس میں لازم وملزوم یا سبب ومسبب کی حیثیت اختیار نہ کیے ہوئے ہوں۔ مذہبی جذبات کو بلیک میل کرنا بلاشبہ غلط عمل ہے لیکن یہ عمل اس کاروبار کا نہ تو جزو لاینفک ہے اور نہ ہی اس کا ایسا جزو کہ گویا اس کے بغیر یہ کاروبار ہوتا ہی نہیں۔ اس لیے اس عمل سے روکا جائے گا نہ کہ اس کی وجہ سارے کاروبار کو ہی ناجائز کہا جائے گا۔ تیسری دلیل کی صورت بھی یہی ہے کہ وہ اس کاروبار کی عدم جواز کی وجہ نہیں بن سکتی۔

## ۲۔مدینہ کے سفر کی فقہی حیثیت

ایک بنیادی سوال مدینہ کے سفر سے متعلق یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے استطاعت کے ہوتے ہوئے مدینہ کی جانب سفر کرنا فقہی اعتبار سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ کیا یہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ استطاعت ہو تو ایک مرتبہ زندگی میں مدینہ کا سفر ضرور کرے؟ اگر واجب نہیں تو اس کی قانونی حیثیت کیا ہے؟ اسی طرح یہ سوال بھی پیدا ہوتا کہ کیا حج پر جانے والے کے لیے واجب کہ وہ مدینہ منورہ ضرور جائے؟ اگر ان سب سوالات کی تنقیح کر کے ان کو مختلف نوعیتوں کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے تو مندرجہ ذیل صورتیں بنتیں۔

۱۔حجاز میں متوطن یا حجاز کے مستقل رہائشیوں کے لیے سفر مدینہ کی قانونی حیثیت

۲۔حجاز کے علاوہ بلاد میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے سفر مدینہ کی قانونی حیثیت

۳۔حج کے لیے حجاز میں موجود افراد کے لیے سفر مدینہ کی قانونی حیثیت

مدینہ کی جانب سفر کی قانونی حیثیت متعین کرنے کے لیے قیاس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو مدینہ کو حرم ہونے کے اشتراک کے باعث حرم مکی پر قیاس کر کے اس کی جانب سفر کے وجوب یا عدم وجوب کا فیصلہ کیا جائے یا اس کو نبی ﷺ کی ذات اقدس کے منسوبات کے نظائر پر قیاس کیا جائے اور جو حکم نبی ﷺ سے متعلق ان نظائر کا ہے وہی مدینہ کا قرار پائے۔

اگر نصوص کا جائزہ لیا جائے تو متعدد نصوص وشواہد اس پر دلالت کرتے کہ حرم مدنی کو حرم مکی کے مساوی و متماثل نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ مسجد نبوی کے مقابلے میں مسجد حرام میں نماز کی ادائیگی کے اجر کا زیادہ ہونا صحیح نصوص سے ثابت ہے۔ کعبۃ اللہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی، مقام عرفات میں قیام کی فضیلت وغیرھم ایسے اعمال

ہیں جو حرم مدنی میں موجود نہیں۔ اسی طرح دیگر چیزوں میں عدم مساوات حرمین کے حکم کو مساوی کہنے میں مانع ہے۔ دوسری صورت یعنی مدینہ کو نبی ﷺ کی ذات اقدس کے منسوبات کے نظائر پر قیاس کرنا بھی اقرب الی الصواب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ منسوبات میں بہت تنوع ہے۔ جیسے آپ کے ملبوسات، آپ کا اسلحہ، آپ کے ملکیتی اونٹ اور دیگر جانور وغیرھم اور دوسری طرف آپ کی ازواج واولاد بھی آپ کے منسوبات ہیں۔ ان سب میں کس پر قیاس کیا جائے اس کے لیے کوئی وجہ ترجیح موجود نہیں ہے۔ تیسری صورت اور یہ ہے کہ آثار و روایات میں ایسے نظائر تلاش کئے جائیں جو حکم کے استنباط کی اصل بن سکیں۔ اس سلسلے میں جو نظائر سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ نجاشی حاکم حبشہ عہد نبوی میں مسلمان ہوئے لیکن مدینہ کا سفر نہیں فرمایا۔ نبی ﷺ نے ان کے مدینہ نہ آنے پر نکیر نہیں فرمائی۔ ان کے عطایا کو شرف قبولیت بخشا اور نبی ﷺ نے ان کی وفات پہ انکی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (۳۸)

۲۔ ایسے افراد جنہوں نے عہد نبوی میں اسلام قبول کیا اور مختلف علاقوں آباد تھے مگر نبی ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ نہ آپائے انہیں اصطلاحاً مخضر مین کہا جاتا ہے۔ ان مخضر مین میں سے بڑی تعداد ایسے افراد کی ہے جن کا مدت العمر مدینہ آنا ثابت نہیں۔ جیسے مرکبود جو صنعاء میں رہتے فارسی النسل تھے وغیرھم (۳۹)

۳۔۔ حضرت طفیل دوسیؓ مکہ میں اسلام لائے اور اپنے قبیلہ دوس چلے گئے۔ اور وہیں رہے، بدر، احد، خندق اور دیگر مواقع میں بھی آپ مدینہ تشریف نہیں لائے۔ آپؓ اپنے ساتھیوں سمیت ۷ھ کو مدینہ آئے تو نبی ﷺ خیبر گئے ہوئے تھے چنانچہ آپؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیبر پہنچے۔ (۴۰)

۴۔ صحابہ کی ایک بڑی جماعت کا مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ جانا اور ۷ھ تک حبشہ ہی رہنا بھی تاریخی حقائق میں سے ہے۔ (۴۱)

۵۔ متعدد احادیث مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہونے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں لیکن صحابہ نے اسے استحباب پر محمول کیا نہ وجوب پر۔ اسی لیے صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد نے مدینہ سے ہجرت کر کے شام، مصر اور کوفہ کے علاقوں میں مستقل رہائش اختیار کر لی تھی۔ کوفہ تو سینکڑوں صحابہ کا وطن بنا۔ حضرت علیؓ کا کوفہ کو دارالخلافہ بنانا بھی ایک معروف تاریخی حقیقت ہے۔۔ حضرت بلالؓ کا دمشق آباد ہونا بھی بہت معروف ہے۔ (۴۲)

درج بالا آثار کی روشنی میں یہی معلوم ہوتا کہ حجاز کے علاوہ بلاد میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے سفر مدینہ کی قانونی حیثیت فرض وواجب کی نہیں بلکہ پوری عمر میں بشرط استطاعت ایک مرتبہ یہ سفر اختیار کرنا مستحب ہے۔

البتہ حجاز میں متوطن یا حجاز کے مستقل رہائشیوں اور حج کے لیے حجاز میں موجود افراد کے لیے سفر مدینہ کی قانونی حیثیت ان نصوص کی بنا پر مختلف محسوس ہوتی ہے جن میں مدینہ میں رہائش کا شرف بیان ہوا، یا مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ مزید برآں ایمانی محبت اور تعلق مع الرسول کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ایک فرد مدینہ کے قریب موجود ہو اور کوئی مانع بھی نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ مدینہ جائے۔ نصوص سے یہ مترشح ہوتا کہ مدینہ کے قریب علاقوں میں موجود ہونے کے بعد مدینہ کا سفر اختیار کرنا سنت موکدہ کی حیثیت اختیار کر جاتا۔ جن صحابہ نے مدینہ کی رہائش ترک کی ان پر قیاس اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی زندگی نبی ﷺ ہمراہ مدینہ میں ہی گزری انہوں نے عمر بھر آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔

## ۷۔ مدینہ کے سفر کے لیے جدید قانونی و دستاویزی مطالبات کی شرعی حیثیت

عہد جدید کے ریاستی نظام اور قومیت پرستی کے نتیجے میں مسلمان بھی جغرافیائی تقسیم کے اعتبار سے مختلف اکائیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک مسلم ملک کا رہائشی، دوسرے مسلم ملک میں اپنے مسلمان ہونے کی بنا پر داخل نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے پاسپورٹ اور ویزہ کی بنیاد پر فیصلہ ہوتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ بلاد اہل کفر میں مسلمانوں کو شہری حقوق (نیشنلیٹی) مل جاتی مگر بلاد مسلمین میں بالعموم اور حجاز میں بالخصوص کسی مسلمان کو شہریت ملنے کا کوئی امکان نہیں۔ مدینہ جو اہل ایمان کی مشترکہ سرزمین ہے جدید ریاستی نظام میں ایک قومی سلطنت (Nation Satatè) کا ایک شہر ہے جس پر کسی دوسرے مسلم ملک کا نہ کوئی حق ہے اور نہ اختیار۔ جدید ریاستی نظام کا یہ جبر مسلم ممالک کے اہل حل وعقد نے امر اضطراری سمجھ کر تسلیم نہیں کیا ہوا بلکہ اس پر سختی سے عمل کروانا یہ ثابت کرتا کہ ان کے نزدیک یہ شریعت کا مطلوب ہے۔ حالانکہ نبی ﷺ کی احادیث میں مدینہ میں رہائش اختیار کرنے فضیلت بیان کی گئی۔ کیا ان احادیث کا مخاطب صرف آج کی کسی خاص ریاست کے افراد تھے یا جمیع امت مسلمہ تھی؟ اس لیے ضروری ہے کہ مدینہ کے سفر کے لیے جدید قانونی و دستاویزی مطالبات کی شرعی حیثیت متعین کی جائے۔

اس شرعی حیثیت کی تعیین میں درج ذیل سوالات کے جوابات تلاش کیے جائیں گے۔

۱۔ کیا شرعی اغراض ومقاصد کے لیے کسی مسلمان کو مدینہ آنے سے روکنا درست ہے؟

۲۔ کیا کسی مسلمان پر قومیت اور شہریت کی بنیاد پر مدینہ میں داخلہ پر پابندی شرعاً لگائی جاسکتی؟

۳۔ اگر مدینہ میں ہر مسلمان کو رہائش کا حق دے دیا جائے تو کیا اس کو سنبھالنا اور اس کا انتظام کرنا عملاً ممکن ہے؟

شرعی اغراض ومقاصد کی بنا پر مدینہ آنے سے مسلمانوں کو روکنا درست ہے جس کی پہلی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے ان الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من

خلاف او ینفوا من الارض (المائدہ۔۳۳) اس آیت میں حد حرابہ کا ایک جز و ینفوا من الارض ہے۔ جلا وطنی کی سزا مدینہ سے اخراج پر دال ہے۔ حد الحرابہ چونکہ مسلمانوں پر بھی لاگو ہوتی ہے اس لیے یہ ثبوت ہے کہ کسی کو کسی امر شرعی کے باعث مدینہ سے نکالنا اور مدینہ آنے سے روکنا شرعاً جائز ہے۔ اور چونکہ یہ آیت مدینہ میں نبی ﷺ پر نازل ہوئی اور اس وقت سلطنت مدینہ ہی تھی اس لیے اس آیت کا اول مدلول بھی مدینہ ہی ہے۔ اس کی دوسری دلیل سیدنا عثمان بن عفان ؓ کا حضرت ابوذر غفاری ؓ کو مدینہ سے ربذہ منتقل ہو جانے کا حکم دینا ہے۔ حضرت عثمان ؓ نے حضرت ابوذر ؓ کو مسلمانوں میں اختلاف کو روکنے کی غرض سے ربذہ بھیجنا پڑا چنانچہ آپ ؓ کا انتقال بھی وہیں ہوا۔ ربذہ مدینہ کا نواحی علاقہ ہے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ صرف دینی وجوہات پر مدینہ سے روکنا درست ہے۔

کیا کسی مسلمان پر قومیت اور شہریت کی بنیاد پر مدینہ میں داخلہ پر پابندی لگائی جا سکتی ؟ کا جواب نفی میں ہے۔ نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ کسی خاص قبیلہ یا خاص قوم کے لوگوں کو محض قبائلی یا نسلی بنیادوں پر مدینہ آنے سے روک دیا گیا ہو بلکہ اس کے برعکس سلمان فارسی ایران کے، صہیب رومی روم کے اور بلال حبشی، حبشہ سے مدینہ کے باشندے تھے۔

تیسرے سوال کا جواب بھی اثبات میں ہے کہ اگر مدینہ میں ہر مسلمان کو رہائش کا حق دے دیا جائے تو اس کو سنبھالنا اور اس کا انتظام کرنا عملاً ممکن ہے۔ تاریخی مطالعہ بتاتا ہے کہ خلافت راشدہ سے لے کر خلافت عثمانیہ تک مسلمانوں کو مکہ و مدینہ جانے کی کوئی پابندی نہ تھی۔ معاشی لحاظ سے اگر اس وقت حجاز کی صورت حال بہت بلند نہ تھی تو پوری دنیا میں بھی کوئی ایسا معاشی انقلاب برپا نہیں ہوا تھا کہ لوگ معاشی وجوہات سے مکہ و مدینہ کی سرزمین کی بجائے دوسرے علاقوں کو ترجیح دیتے۔ ان زمانوں کے مسلمان دین کی عملی صورت میں آج کے مسلمانوں سے بہت بہتر تھے لیکن اس کے باوجود اس عہد میں حرمین جا کر آباد ہونے کی روایت ایسی نہ تھی کہ انتظام و انصرام ناممکن ہو جاتا۔ عہد حاضر میں اگر حجاز مقدس میں شہریت کے راستے مسلمانوں کے لیے کھول دیے جائیں تو ایسا کوئی امکان نہیں کہ سب مسلمان حرمین جا کر آباد ہو جائیں گے۔ اگر ایسا ہونے کا امکان ہوتا تو سب سے پہلے تو پورا حجاز ہی مدینہ منتقل ہو چکا ہوتا جن کو کہ کوئی قانونی رکاوٹ بھی نہیں۔ یہ عذر کہ اگر مسلمانوں کو حجاز مقدس میں آباد ہو جانے کی عمومی اجازت دے دی جائے تو سب وہاں آ جائیں گے محض وہم کی بنیاد پر کھڑا ہونے والا اندیشہ ہے۔ ہر کسی کے معروضی حالات اس کو ایسی ہجرت کی اجازت نہیں دیتے۔ پھر حجاز مقدس کی شہریت دینے کے عمل کے لیے کچھ ایسے اصول و ضوابط بنائے جا سکتے جو اس عمل کو شفاف، سہل مگر منظم بنا دیں۔ لیکن اس کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ امت مسلمہ کو ایک وحدت مانا جائے۔ مدینہ میں رہائش اختیار

کرنے کی ترغیب دینے والی احادیث، نبی ﷺ کا تمام امت کا نبی ہونا اور آپ ﷺ کا مدینہ کو حرم قرار دینا، مدینہ منورہ کے دیگر فضائل اس بات پر دال ہیں جدید قانونی و دستاویزی مطالبات شرعاً درست نہیں۔ ہر مسلمان کا بلا امتیاز حق ہے کہ جب مدینہ جانا چاہے جا سکے۔ انتظامی طور پر چند ایام کی تاخیر و تقدیم کا جواز تو ہو سکتا لیکن ان جدید قانونی دستاویزات کو ایسا مقام دینا کہ ان کے بغیر کوئی فرد حجاز مقدس کی جانب جا بھی نہ سکے اس کا کوئی جواز نہیں۔ حالت اضطرار میں اس کو قبول کر کے اس کے خاتمہ کے لیے تمام مسلمان حکمرانوں کو مل کر عملی صورت بنانی چاہیے۔

## حوالہ جات وحواشی


۱۔ الانبیاء۔۳۳ ۲۔ الانعام۔۹۷ ۳۔ الشوریٰ۔۱۵،۱۶

۴۔ اقبال کے بقول "جنبش سے ہے زندگی جہاں کی یہ رسم قدیم ہے یہاں کی
ہے دوڑتا اشہب زمانہ کھا کھا کے طلب کا تازیانہ
اس رہ میں مقام بے محل ہے پوشیدہ قرار میں اجل ہے" (بانگ درا)

۵۔ آل عمران۔۹۷

۶۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، تحقیق: ابراہیم عطوہ عوض، شرکۃ مکتبۃ و مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، طبع دوم، ۱۹۷۵ء، حدیث نمبر ۳۹۲۳، ج ۵، ص ۷۲۱، قال الترمذی: ھذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من حدیث الفضل بن موسیٰ

۷۔ البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق نجاۃ، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۲ھ، حدیث نمبر ۳۶۲۲، ج ۴، ص ۲۰۳

۸۔ ایضاً۔ حدیث نمبر ۲۱۲۹، ج ۳، ص ۶۷ ۹۔ النساء۔۹۷

۱۰۔ الازدی، ابوالحسن مقاتل بن سلیمان، تفسیر مقاتل بن سلیمان، تحقیق: عبداللہ محمود شحاتہ، دار احیاء التراث، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۳ء، ج ۱، ص ۳۰۲

۱۱۔ السمعانی، ابو المظفر، منصور بن محمد، تفسیر القرآن، تحقیق: یاسر بن ابراہیم، غنیم بن عباس، دار الوطن الریاض، ۱۹۹۷ء، ج ۳، ص ۳۶۲

۱۲۔ ابونعیم اصبہانی، احمد بن عبداللہ بن احمد، دلائل النبوۃ، تحقیق: محمد رواس قلعہ جی، عبدالبر عباس، دار النفائس، بیروت، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۱۶۳

۱۳۔ الجامع الصحیح البخاری، حدیث نمبر ۴۲۷۸، ج ۵، ص ۳۰

۱۴۔ النسائی، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، السنن الکبریٰ، تحقیق: حسن عبدالمنعم الشلبی، موسسۃ الرسالۃ، بیروت،

۲۰۰۱ء، حدیث نمبر ۴۲۵۰، ج ۳، ص ۲۵۳

۱۵۔ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، فتح الباری شرح الصحیح البخاری، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ، ج ۳، ص ۶۲۱

۱۶۔ الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، تحقیق: حمیدی بن عبد المجید السلفی، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرہ، طبع دوم، حدیث نمبر ۱۳۳۴۷، ج ۱۲، ص ۳۶۱

۱۷۔ المائدہ۔ ۲۱

۱۸۔ ابن جوزی، جمال الدین، ابو الفرج عبد الرحمان بن علی، زاد المسیر فی علم التفسیر، تحقیق: عبد الرزاق المہدی، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ج ۱، ص ۵۳۲

۱۹۔ طٰہٰ۔ ۹ تا ۱۲    ۲۰۔ القصص۔ ۲۹، ۳۰    ۲۱۔ اسراء۔ ۱

۲۲۔ الجامع الصحیح البخاری، حدیث نمبر ۱، ج ۱، ص ۶

۲۳۔ المزمل۔ ۲۰    ۲۴۔ الجمعہ۔ ۹، ۱۰

۲۵۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد سلامۃ، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۹۹ء، ج ۸، ص ۱۴۳

۲۶۔ البقرۃ۔ ۱۹۸    ۲۷۔ تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، ج ۱، ص ۵۴۹

۲۸۔ التوبہ۔ ۶۰    ۲۹۔ البقرۃ۔ ۲۷

۳۰۔ الجامع الصحیح البخاری، حدیث نمبر ۳۸۱۸، ج ۵، ص ۳۸

۳۱۔ الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، تحقیق: طارق بن عوض اللہ بن محمد، عبد المحسن بن ابرھیم الحسینی، دار الحرمین، القاہرہ، حدیث نمبر ۳۱، ج ۱، ص ۱۴

۳۲۔ المعجم الکبیر، حدیث نمبر ۹۴۹۰، ج ۹، ص ۲۹۷

۳۳۔ البقرۃ۔ ۱۱۴    ۳۴۔ الانعام۔ ۱۱

۳۵۔ النمل۔ ۶۹    ۳۶۔ الروم۔ ۴۲    ۳۷۔ المائدہ۔ ۲

۳۸۔ النیشاپوری، مسلم بن حجاج، المسند الصحیح المختصر، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، حدیث نمبر ۱۹۵۱، ج ۲، ص ۶۵۶،

الدار قطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد، تحقیق: شعیب الارناؤط، حسن عبد المنعم شلبی وغیرھم، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۲۰۰۴ء، حدیث ۳۶۰۹، ج ۳، ص ۳۶۱

۳۹۔ ابن الاثیر ابو الحسن علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، تحقیق: علی محمد معوض، عادل احمد عبد الموجود،

دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۴ء، حدیث نمبر ۴۸۴۳۶، ج ۵، ص ۱۳۸

ملا علی القاری، شرح الشفاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ج ۱، ص ۵۴۴

۴۰۔ السھیلی، ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ، تحقیق: عمر عبدالسلام السلامی، دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت، ۲۰۰۰ء، ج ۳، ص ۴۴۹

۴۱۔ ابن ھشام، عبدالملک بن ھشام بن ایوب، السیرۃ النبویۃ، تحقیق: مصطفی السقا، وابراھیم الابیاری وعبدالحفیظ الشلبی، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر، ۱۹۵۵ء، ج ۲، ص ۳۵۹

۴۲۔ المقدسی، البشاری، ابوعبداللہ محمد بن احمد، احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، دار صادر بیروت، ۱۹۹۱ء، ص ۱۱۶

ابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد، البصری، الطبقات الکبری، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۰ء، ج ۷، ص ۲۷۰

☆☆☆☆☆